سورۃ الصف

اس میں ۱۴ آیات ہیں۔جمہور کی رائے میں یہ سورۃ مدنی ہے۔ابن عباسؓ ابن زبیرؓ حسنؒ عکرمہ اسی رائے کے حامی ہیں حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ مکیہ ہے اور یہ قول ضعیف ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) **سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ** (ترجمہ:۔جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور زمینوں میں ہیں سب اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں) اللہ تعالیٰ نے کئی سورتوں میں "سبح" ماضی بیان کیا ہے۔اور کئی سورتوں میں مضارع یعنی تسبیح جیسا کہ سورۃ الجمعۃ میں اور بعض سورتوں میں امر جیسا کہ" سبح اسم ربک الاعلیٰ" یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کی تسبیح تمام زمانوں اور احوال میں مشروع ہے۔اور تسبیح کے معنی عمومی طور پر اللہ کے ذکر کے ہیں۔اور اللہ سبحانہ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔اذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم (النساء۱۰۳) اور فرمایا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔(الاحزاب ۴۱) پس اس کی تسبیح اور ذکر اللہ واجب ہے ہر ذی عقل پر وقت کے ہر حصہ میں۔ سَبَحَ یُسَبِّحُ کے لفظ میں تمام مخلوق کے لئے تنبیہ ہے۔(آسمانی وزمینی مخلوق دونوں کے لئے) اگر وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔باوجودیکہ مخلوقات کی کثرت ذوی العقل والفہم نہیں ہے۔تو پھر وہ جنہیں اللہ نے عقل وفہم عطا کیا ہے۔جیسے کہ ملائکہ آسمانوں میں اور جن وانس (زمین پر) ان پر تو واجب ہے کہ حق تسبیح ادا کرنے کے لئے تمام اوقات میں تسبیح کریں۔ لام للہ ان میں زائدہ ہے جو حصر اور اختصاص کا فائدہ دیتا ہے۔ **وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ** (ترجمہ:۔وہی زبردست حکمت والا ہے) یعنی غالب اور بے نیاز اپنے اقوال وافعال میں۔

(۲) **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ** (ترجمہ:۔اے ایمان والو' ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو) صاحب کشاف نے کہا کہ لِمَ میں لامؔ لام اضافت ہے جو ما استفہام پر داخل کیا گیا ہے۔جیسا دوسرے حروف جرّ کو آپ داخل کرتے ہیں جیسے کہ بم' فیم' مم' الام عملام۔اور الف کو حذف کر دیا گیا۔اس لئے ما اور حرف ایک ہی شئے کی طرح ہیں اور اس دونوں کا استعمال کلام میں اکثر واقع ہوتا ہے۔عامر بن حوط الحماسی نے کہا۔

وازرو بیت الحق زورۃ ماکث فعلام احفل ما تقوص وانهدم

یہاں بیت الحق سے مراد قبر اور ماکث سے مقیم ہے۔اور کبھی کبھی اس میم کو ساکن بھی کرتے ہیں۔جیسا کہ متنبّی نے کہا۔

اذا کنت تخشی العارفی کل خلوۃ فلم تتصبّاک الحسان الخرائد

لم تقولون کے معنی ہیں کہ تم کیوں کہتے ہو جو تم بھلائی' معروف اور جہاد کے ضمن میں کرتے نہیں ہو۔ اور اس استفہام سے مراد ہے اس شخص کو الزام دینا جس نے وعدہ وفا کرنے سے روگردانی کی اور حق کا انکار کیا اور باطل پر مصر رہا۔عبداللہ ابن سلام سے مروی

ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سے ہم چند لوگوں کی نفری بیٹھی ہوئی تھی ہم باہم تذکرہ کررہے تھے اور کہہ رہے تھے اگر ہمیں علم ہوتا کہ کون سا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے تو وہی عمل کرتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی **سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم یا ایھا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون** اور بعض علمائے سلف نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایفائے عہد مطلقاً واجب ہے چاہے اس کے موعود کا عزم اس پر واقع ہو یا نہ ہو۔ اور کہا کہ عدم ایفائے عہد منافق کی نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ صحیحین میں روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے جب بولے تو جھوٹ بولے جب اسے امانت سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ روایت کی گئی کہ جب مومنوں نے اللہ کے نزدیک محبوب اعمال میں مصروفیت کو پسند کرلیا۔ تو اللہ نے ان پر جہاد فرض کردیا پھر ایک گروہ کو یہ ناپسند ہوا اور ان میں سے کئی یوم احد میں فرار ہوگئے پس اللہ کا یہ قول نازل ہوا کیوں وہ کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟

(۳) **كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ** (ترجمہ: ۔اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی ناراضگی کی ہے کہ تم کہتے ہو کرتے نہیں ہو) صاحب الکشاف نے کہا کہ لفظوں کے بغیر تعجب ہے جیسا کہ **غلبّ ناب کلیب بواؤھا انتھی** . **کبر** بغیر تعجب کے لفظ کے تعجب کا صیغہ ظرف کی طرح ہے۔ صاحب کشاف نے کہا کہ تعجب کے معنی ہوتے ہیں کہ سامعین کے قلوب میں کسی شئے کی عظمت بٹھانا کیونکہ تعجب ایسی ہی شئے سے ہوتا ہے جو نظائر واشکال سے خارج ہو اور ابن عطیہ نے کہا **المقت** کے معنی ہیں **البغض** اور مبرد کہتا ہے کہ جب کسی سے ہر کوئی ناپسندیدی کا اظہار کرتا ہے تو **رجل ممقوت** اور **رجل مقیت** کہا جاتا ہے۔ کسائی نے کہا "**ان تقولوا**" موضع رفع ہیں ہے اس لئے کہ **کبر** کے معنی ہیں **بئس** ' **مقتاً** پر تمیز کی وجہ سے نصب ہے۔ اور **کبر** میں ضمیر مبہم ہے جو مفسر بنکرہ ہے۔ "**ان تقولوا**" کہ مخصوص بالذم ہے اور یہی رائے کسائی کی بھی ہے۔ اور اسی طرح زجاج کا بھی کہنا ہے کہ کبر نہ افعال ذم میں ہے۔ اور نہ افعال تعجب میں ہے۔ زیادہ درست وہی ہے جس کی طرف صاحب کشاف کا میلان ہے۔ اور ابن عصفور کا بھی یہی قول ہے اور ان دونوں کے قول کے مطابق لفظ "مقتا" کبر کی تفسیر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے بطور دلالت ان کے قول پر جو وہ نہیں کرتے۔ وہ خالص "مقت" (ناپسندیدگی) ہے یہاں لفظ "مقت" ارشاد فرمایا گیا ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں "شدید ناپسندیدگی" اور بغض کثیر پر اقتصار نہیں فرمایا کہ اسے **اشدبغض** اور **افحش بغض** قرار دیا جاتا یہ اس لئے کہ یہ لفظ اس سے بھی زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک جب اس کا "مقت" بڑا ہونا ثابت ہوگیا تو اس کی شدت کی بڑائی پوری ہوئی اور "**ان تقولو ما لا تفعلون**" کے بیان کا تکرار عظمت وہولنا کی کے اظہار کے لئے ہے۔

(۴) **اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ** (ترجمہ: ۔اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں) زید بن علی نے کہا **یقاتلون** کے "تاء" کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور **یقتلون** بھی پڑھا گیا ہے۔ اور اللہ کا قول **صفاً** یعنی **یصفون صفا** ہے۔ فرّاء نے کہا **مرصوص**

'رصاص سے ہے اور مبرد نے کہا یہ ماخوذ ہے کہ رصصت البناء سے جب آپ عمارت کا درمیانی خلاء پر کر دیں اور انہیں آپس میں ملادیں یہاں تک کہ قطعہ واحدہ ہو جائے اور کہا جاتا ہے کہ یہ رصیص سے ماخوذ ہے اور وہ اشیاء کا مل جانا ہے۔ بعض کا بعض سے' کسائی نے کہا التراص یعنی التلاصق باہم پیوست ہونا ہے۔ اسی سے راعی کا قول ہے۔

ما لقی البیض من الحُرقوص بفتح باب المغلق المرصوص

کہا جاتا ہے کہ حرقوص' دویبۃ (جانور) ہے جو کنواری عورتوں کا گرویدہ ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تر صیص سے اور وہ انضمام الاسنان (دانتوں کا باہم دگر ملانا) ہے اور البنیان المرصوص یعنی اس کے اجزاء کا باہم پیوست ہو جانا ہے یہاں تک کہ خلاء بالکل نہ رہے اور نہ ہی کوئی شگاف۔ اور تراص القوم وتضامّوا اس کے معنی ہیں تصافوا فی القتال والصلوٰۃ تلاصقو جنگ میں ایک دوسرے کے سامنے صف آرائی۔ اور صفاً حال ہے یقاتلون کی ضمیر کا یعنی صف آراء گویا کہ مضبوط بنیاد یعنی مل جانے اور باہم دگر پیوستہ ہونے کے اعتبار سے گویا وہ سب سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

(۵) وَاِذْقَالَ (ترجمہ اور جب کہا) یعنی یاد کرو جب کہا مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ (ترجمہ:۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے اے میری قوم مجھے تم دکھ کیوں دیتے ہو) کیونکہ وہ لوگ ان کو نت نئی ایذاؤں کے ذریعہ دکھ دیتے رہتے تھے۔ اور کبھی ان پر عیب لگاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ آماس الخصیہ والے ہیں۔ اور برائی کی تہمت لگائی اور ان کی اس مشاورت میں قارون بھی تھا۔ اور اسی وجہ سے زمین میں دھنسا دیا گیا اور انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور بچھڑے کی عبادت کی حالانکہ ہارونؑ نے انہیں منع کیا تھا اور انہوں نے ان سے ظاہری طور پر اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اور جب موسیٰ نے ان سے مغرور اور سرکش قوم سے لڑنے کو کہا تو وہ کہنے لگے تم اور تمہارا رب جاؤ اور دونوں ان سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں اور ایسی ہی دوسری باتیں وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ (ترجمہ: حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بلاشبہ تمہاری طرف بھیجا ہوا ہوں۔) احمد ن المنیر نے الکشاف کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ قد کو ماضی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور حال سے قریب ہے۔ اور اسی سے موذن کی صدا ہے۔ قد قامت الصلوٰۃ اور ماضی کی مصاحت کے لئے توقع کے معنی پر مشتمل ہوتا ہے اور جہاں تک مضارع کا تعلق ہے تو اس میں تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے کہ ان کا یہ قول "ان الکذوب قد یصدق" جب کہ اس کے معنی مضارع کے ساتھ تقلیل ہوں۔ اور اس آیت میں قد مضارع پر داخل ہوا ہے تو مناسب یہ ہے کہ یہ اس کلام میں شمار کیا جائے جس میں اس کے برعکس قول کے اندر افراط کا ارادہ ہو۔ اور اس معنی میں قد کا استعمال "ربما" کے مشابہ ہو جائے۔ جیسے کہ ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین. (الحجر ۲) پس یہ اس جگہ پر لفظ 'کم' سے زیادہ بلیغ ہے پس چونکہ ربما کے لفظ کو اس کی اصلی معنی "قلت" کے برعکس کثرت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ تو اسی طرح یہاں پر "قد" کو لایا گیا ہے بوجہ ان کے علم کی قلت کے مقصد یہ ہے کہ اسے اصلی معنی تقلیل کے برعکس تاکید کی تحقیق کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ اسکی یہی وجہ ہے۔ لیکن یہ مناسب وجہ نہیں ہے۔ مناسب وجہ اس مسئلہ میں وہی ہے جو علامہ ابن ہشام نے "مغنی" میں بیان کی

ہے۔اس نے کہا ہے کہ اس کا چوتھا معنی تکثیر ہے اور یہ معنی سیبویہ نے بھی ہذلی کے اس قول کے اندر مراد لئے ہیں۔

قد اترک القرن مصفراً انامله کانها اثوابه مجّت بفرصاد

اور زمخشری نے کہا ہے کہ قدنری تقلب وجهک کا مطلب ہے کہ ربما نری وجهک اور اس میں رویت کی کثرت کے معنی ہیں پھر پچھلے شعر سے استشہاد کیا ہے اور دوسری جماعت نے عروض کے شعر سے استشہاد کیا ہے۔پس معنی ہیں تم لوگ زیادہ تر یہ جانتے ہو کہ میں بلاشبہ تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں پس میری رسالت کے یقین کے باوجود تم لوگ مجھے کس طرح ایذاء پہونچا رہے ہو۔ابوحیان اندلسی نے ذکر کیا کہ قد ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور مضارع میں توقع کا فائدہ دیتا ہے۔اور یہاں مضارع کے معنی ماضی کے ہیں یعنی ''قد علمتم'' اس کے ارشاد کی طرح ''قديعلم ما انتم عليه'' یعنی قد علم اور یہاں مضارع سے تعبیر کی گئی ہے تا کہ استصواب الفعل پر دلالت کرتا ہے۔ **فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ** (ترجمہ:۔پس جب انہوں نے منافقت اختیار کی اور اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔) یعنی جب وہ راہ حق سے مڑ گئے کیونکہ اسی روش پر پیدا کئے گئے تھے ان کے قلوب کو اللہ نے ہدایت سے کج کر دیا اور ان کو قبول حق سے پھیر دیا پس انہیں اللہ نے ذلیل کر دیا۔اور اتباع حق کی توفیق سے انہیں محروم کر دیا۔ **وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ** (ترجمہ:۔اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا) زجاج نے کہا اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جس کے متعلق اس کے قدیم علم میں پہلے ہی ثابت ہو چکا ہو کہ وہ فاسق ہوگا۔اور معنی یہ ہیں کہ اللہ واقعی کسی کو بھی ہدایت نہیں دیتا جس کا اس کے علم کے مطابق فسق قطعی ہو۔

(۶) **وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ** (ترجمہ: (یاد کرو) جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا) یہ معطوف ہے ''واذ قال موسی'' پر **يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ** (ترجمہ:۔اے بنی اسرائیل) کہا جاتا ہے کہ ''یاقومی'' نہیں کہا گیا کیونکہ آپ کا نسب اور آپ کی ابوة ان میں نہیں تھی۔ **اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰةِ** (ترجمہ: بلاشبہ میں تمہاری طرف بھیجا ہوا ہوں اور میرے سامنے موجود توراۃ کی تصدیق کرتا ہوں) یعنی میں توارۃ کے خلاف جانے والی کوئی شئے لے کر نہیں آیا ہوں۔کیونکہ آپ کی شریعت' شریعت موسیٰ کو پورا کرنے والی تھی اور مصدقاً رسول کا حال ہے۔ **وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ** (ترجمہ: اور ایک رسول کی بشارت کرنے والا ہوں جو میرے بعد آنے والا ہے۔اس کا نام احمد ہوگا) اور وہ ہمارے نبی ﷺ ہیں اور ان کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہے جیسا کہ بخاری نے محمد بن جبیر بن مطعم کے واسطے سے ان کے والد کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ''بے شک میرے کئی نام ہیں' میں محمد ہوں' احمد ہوں' اور ماحی ہوں جس کے ذریعہ اللہ کفر مٹا دے گا۔اور میں حاشر ہوں کہ میرے قدم پر لوگ جمع کئے جائیں گے۔احمد بن حنبلؒ نے عریاض بن ساریہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بلاشبہ اسوقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدمؑ مٹی میں ملے تھے اور میں تمہیں اس کے پہلے پہل کے متعلق خبر

دے رہا ہو کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اپنی والدہ کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا اور نبیوں کی مائیں اسی طرح دیکھا کرتی ہیں اور کعب الاحبار سے مروی ہے کہ حوارین نے حضرت عیسیٰ سے کہا یا رسول اللہ کیا ہمارے بعد کوئی امت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تمہارے بعد حکما' علماء' نیکوکاروں (ابرار) اتقیاء کی امت ہے وہ فقہ میں انبیاء کی طرح ہوں گے اللہ سے رزق کی تنگی پر بھی راضی ہوں گے۔ اور اللہ ان سے ان کے عمل کی کمی پر بھی راضی ہوگا۔ حدیث پوری ہوئی اور انجیل کے سولہویں سفر باب میں مذکور ہے۔ ''اب میں حقیقی بات تم سے کہتا ہوں کہ میرا تم سے چلا جانا تمہارے لئے بہتر ہے اگر نہیں جاؤں گا اپنے باپ کی طرف تو تمہارے پاس فارقلیط نہیں آئے گا۔ اور اگر میں گیا تو اسے تمہارے پاس بھیجوں گا۔ پس جب وہ آئے گا تو جہاں والوں کو فائدہ دیگا۔ اور انہیں دین سکھائے گا انہیں عطاء کرے گا اور انہیں دین' نیکی اور خطبہ پر لوگوں کو موافق بنائے گا۔ اس جملے کے بعد آپ نے اس طرح ارشاد فرمایا میرے پاس کہنے کو بہت سی باتیں ہیں میں تم سے کہنا چاہتا ہوں لیکن تم لوگ انہیں قبول کرے اور یاد کرنے کی سکت نہیں رکھتے البتہ جب وہ روح حق تمہارے پاس آجائے گی تو وہ تمہیں الہام کرے گی۔ اور وہ تمہیں تمام تر حق کے ساتھ تمہاری تائید کرے گی کیونکہ وہ اپنی ذات کی طرف سے کوئی بات نہیں کرے گا۔ یہ ہے وہ بات جو انجیل میں ہے۔ صاحب کشاف نے کہا کہ اس کے معنی ہیں کہ مجھے تمہاری طرف اس حال میں بھیجا گیا ہے کہ میں اپنے سے پہلے بھیجی گئی کتاب توریت کی تصدیق کروں اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت سناؤں یعنی میرا دین اگلے پچھلے انبیاء اور کتابوں کی تصدیق کرنا ہے۔ من بعدی کو 'یاء' ساکن اور زبر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اور خلیل' سیبویہ نے زبر کو چنا ہے اور 'احمد' کا لفظ علم ہے جو مضارع متکلم سے منقول ہے یا احمد سے جو اسم تفضیل ہے۔ حسان بن ثابتؓ نے شعر میں کہا۔

صلی الاله ومن یحف بعرشه والطیبون علی المبارک احمد

فَلَمَّا جَآءَ هُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (ترجمہ:۔ جب وہ ان کے سامنے کھلی کھلی نشانیاں لائے) یعنی دلائل و معجزات کے ساتھ۔ **قَالُوْا هٰذَا** (ترجمہ:۔ تو وہ کہنے لگے یہ تو) جو ہمارے پاس لائے ہو۔ **سِحْرٌ مُّبِيْنٌ** (ترجمہ: صریح جادو ہے) یعنی واضح۔ جمہور نے یہی پڑھا ہے لیکن 'ساحر بھی پڑھا گیا ہے۔

(۷) **وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ** (ترجمہ:۔ اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر دروغ گوئی کرتا ہے حالانکہ اس کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے) یعنی حال یہ ہے کہ اس کا رب نبی کی زبان سے اسے اسلام کی دعوت دیتا ہے۔ جس میں اس کے لئے دونوں جہاں کی سعادت ہے اور جمہور نے یدعی مفعول پر پڑھا ہے۔ لیکن طلحہ نے مبنیاً للفاعل' یَدّعی پڑھا ہے۔ مضارع ادعی حالانکہ وہ خود مفعول بہ کی طرف متعدی ہے لیکن چونکہ وہ انتساب کے معنی کو متضمن ہے اس لئے الی کے ذریعہ متعدی کیا گیا ہے۔ **وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ** (ترجمہ:۔ اور اللہ ظالم' حق

ناشناس لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا) یعنی کافروں کی قوم کو۔

(۸) **يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ** (ترجمہ:۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور یعنی دین اسلام کو منہ سے پھونک مار کر بجھادیں) اور تقدیر عبارت یوں ہے کہ وہ جھوٹ کا ارادہ کرتے ہیں تاکہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھادیں۔ افواھھم سے مراد اپنے کلام سے اوران کی حالت اس مثال میں اس آدمی کے حال کی طرح ہے جو اپنے منہ سے سورج کی روشنی کو پھونک مارتا ہے تاکہ اسے بجھاسکے۔ **وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ** (ترجمہ:۔ اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے) آفاق میں مشرقوں سے مغربوں تک۔ "متم نورہ" کو اضافۃ اور تنوین کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ **وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ** (ترجمہ: چاہے کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ گذرے) پس اسلام کی سربلندی ہو کر رہتی ہے۔

(۹) **هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى** (ترجمہ:۔ (اللہ) وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت دے کر بھیجا) یعنی کامل ہدایت اور نمایاں معجزات کے ساتھ **وَدِيْنِ الْحَقِّ** (ترجمہ:۔ اور سچے دین) یعنی ملت اسلام۔ **لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ** (ترجمہ: تاکہ وہ جسے غالب ہے کل دین پر) یعنی تمام مخالف ادیان پر **وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ** (ترجمہ:۔ چاہے مشرکوں پر ناگوار ہی کیوں نہ گذرے) کلمہ اسلام کا بلند ہونا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ یہ آیت اس لئے نازل ہوئی کہ کعب بن اشرف نے کہا اے گروہ یہود خوش خبری سنو کہ اللہ نے نور محمد بجھا دیا ہے جو اس پر نازل ہوتا تھا اور وہ ان کے نور کو پورا کرنے والا نہیں ہے۔ پس آپ ﷺ غمگین ہو گئے۔ اور کعب بن اشرف نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ چالیس دن تک وحی آنے کا سلسلہ موقوف ہو گیا تھا پس اس نے یہ بات کہنی شروع کردی اور اس کے نفس نے اس بات کی تشہیر اسے سمجھائی تو اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے بطور تشکر سر جھکا دیا۔

(۱۰) **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ** (ترجمہ:۔ اے ایمان والوں کیا میں تمہیں ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کردوں) تجارۃ سے مراد عمل صالح ہے جس میں اس طرح انسان فائدہ حاصل کرتا ہے جیسا کہ تجارت میں۔ **تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ** (ترجمہ:۔ جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے گی) جمہور نے تنجیکم کو مخفف پڑھا ہے الحسن ابن ابی اسحاقؒ الاعرج اور ابن عامر نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

(۱۱) **تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ** (ترجمہ:۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور نفوس سے جہاد کرو) جمہور نے تومنون اور تجاھدون ہی پڑھا ہے۔ لیکن عبداللہ ابن مسعودؓ نے آمنوا باللہ ورسولہ اور جاھدوا۔ مبرد نے کہا تومنون اور تجاھدون کے معنی امر کے ہیں یعنی آمنوا اور جاھدو اسی وجہ سے یغفر مجزوم آیا ہے۔ پس دونوں کی صورت خبر کی طرح ہے ان کے معنی انشاء کی طرح ہیں۔ اور عبداللہ ابن مسعودؓ

کی قراۃ اس معنی کی تائید کرتی ہے۔اوراسی کی مثال یہ قول ہے۔ اتقی الله امراء فعلی خیرا یصعب علیه یعنی وہ اللہ سے ڈرے اوراس کی صورت صورۃ خیر ہے۔اورزید بن علی نے تومنوا وتجاهدوا لام امر کے اضمار کے ساتھ پڑھا ہے۔جیسا کہ شاعر نے کہا۔

محمد تفدنفسک کل نفس اذا ما خِفتَ من امر تبالا

التبال یعنی ہلاکت اخفش نے کہا کہ اللہ کا ارشاد تومنون وتجاهدون تجارة پر عطف بیان ہے۔اور سوائے اس تقدیر کے کہ ان تومنوا وان تجاهدو یہ مستحسن نہیں ہوسکتا۔جیسا کہ طرفۃ کا شعر ہے۔

الا ایهذا اللائمی احضر الوغی وان تشهداللذات هل انت مخلد

پس مقدر معنی یہ ہوں گے۔یاایها الذین اٰمنوا هل ادلکم علی تجارة ایمان بالله ورسوله وجهاد فی سبیل الله باموالکم وانفسکم۔ ذٰلِكُمْ (ترجمہ:۔یہ بات) یعنی ایمان وجہاد۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (ترجمہ:۔تمہارے لئے بہتر ہے) آخرۃ میں تمہاری اموال اور تمہاری جانوں سے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (ترجمہ:۔اگر تم جان لو) ان دونوں کے فوائد

(۱۲) يَغْفِرْ لَكُمْ (ترجمہ:۔وہ تمہیں معاف فرمادیگا۔) زجاج اور مبرد نے کہا یہ مجزوم ہے "تومنون اورتجاهدون" کی وجہ سے کیونکہ دونوں کے معنی ہیں آمنوا اور جاهدوا جیسا کہ بیان ہوا اور فراء نے کہا کہ یہ جواب استفہام ہے۔یعنی" هل ادلکم" اس لئے کہ یہ قول اس کے نزدیک امر کے معنی میں ہے۔کہا جاتا ہے کہ هل انت ساکت یعنی اسکت اور صاحب الکشاف نے کہا کہ اس کے معنی ہیں هل تتجرون بالایمان والجهاد یغفرلکم۔ یہ فراء کے قول کی توجیہ ہے اور صاحب الکشاف نے کہا اس کے معنی ہیں کیا تم تجارت کروگے ایمان وجہاد کی اس لئے کہ مغفرۃ مرتب نہیں ہوتی محض خیر کا کام بتانے پر بلاشبہ یہ بالفعل ایمان پر مرتب ہوگی اور فعل جہاد پر۔ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنّٰتِ عَدْنٍ (ترجمہ:۔تو اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔اور ان کو مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے والے باغوں میں ہوں گے) پس تم ان کے اندر دائمی اقامت اختیار کروگے۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (ترجمہ:۔یہ بہت بڑی کامیابی ہے) کوئی چیز اس سے زیادہ بڑی نہیں۔

(۱۳) وَاُخْرٰى (ترجمہ:۔اور دوسری) یعنی دوسری نعمت۔ تُحِبُّوْنَهَا (ترجمہ:۔جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی اس نعمت کو محدود ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ (ترجمہ: اللہ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح یابی) یعنی فتح مکہ یا فتح فارس وروم۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (ترجمہ:۔اور آپ ایمان والوں کو اسکی بشارت دے دیجئے۔) یہ تومنون پر عطف ہے۔اس لئے کہ وہ امر کے معنی میں ہے گویا کہا گیا کہ ایمان لاؤ اور جہاد کرو۔

(۱۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ (ترجمہ:۔اے ایمان والو اللہ کے مددگار بن جاؤ) یعنی اس کے

دین کے مددگار۔ **كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ** (ترجمہ: جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ کے لئے میرا مددگار کون ہے؟) کہا جاتا ہے "الی" "مع" کے معنی میں ہے یعنی **من انصاری مع الله** اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کے معنی ہیں **من انصاری فیما یقرب الی الله** (اس معاملہ میں جو اللہ کے قریب کرتا ہوں میرا مددگار کون ہے) **قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ** (ترجمہ:۔حواریوں نے کہا) اور وہ مسیحؑ کے انصار تھے ان کے مددگار اور مخلص اصحاب تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۲ افراد تھے۔ حواری سے مراد ہے وہ آدمی جوان کا ساتھی ہو مخلص اور پاکیزہ ہو۔ حور سے مشتق ہے جس کے معنی سفیدی ہیں۔ اس کی تحقیق آل عمران میں گذر چکی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ دھوبی تھے اور کپڑوں کو دھوتے تھے۔ **نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ** (ترجمہ:۔ ہم اللہ کے مددگار ہیں) یعنی ہم اس کے دین کی مدد کریں گے اور محمود بن لبید سے مروی ہے کہ نقباء سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور وہ ۱۲ افراد تھے۔ بلاشبہ تم اپنی قوم کے کفیل ہو جس طرح حوارین حضرت عیسیٰ کے تھے۔ اور میں اپنی قوم کا کفیل ہوں انہوں نے کہا جی ہاں ہم ہیں اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ **فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ** (ترجمہ:۔ پھر اس کے بعد بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا) حضرت عیسیٰ پر۔ **وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ** (ترجمہ:۔اور ایک گروہ نے انکار کر دیا) اس بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ قطعی طور پر ایمان نہیں لائے اور انہوں نے مسیحیت اور ان کی نبوت کا انکار کر دیا۔ وہ بڑی کثیر تعداد میں تھے۔ اور دروغ گوئی کرتے ان پر اور ان کی ماں پر جھوٹا الزام لگاتے تھے۔ انہی کی وجہ سے انہیں آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور بعض نے کہا کہ ان کے اٹھائے جانے کے بعد ان میں افتراق پیدا ہو گیا۔ بس ان کے ایک گروہ نے کہا کہ مسیح ہی اللہ تھے لیکن وہ اس سے واقف نہیں تھے لہذا آسمان کی طرف چلے گئے اور ایک اور گروہ نے کہا نہیں بلکہ وہ اللہ کے بیٹے تھے اور اپنے باپ کی طرف اوپر چلے گئے اور ان کے درمیان جو اہل ایمان تھے ان کا کہنا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ پس جب انہیں ظالموں نے ایذا پہنچائی تو اللہ نے انہیں اٹھا لیا۔ **فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ** (ترجمہ:۔ پس ہم نے اہل ایمان کی مدد کی ان کے دشمنوں کے خلاف) یعنی ہم نے ان لوگوں کی جو حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھتے تھے ان کے ان دشمنوں کے خلاف مدد کی جو ان کو ایذا پہونچاتے تھے۔ **فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ** (ترجمہ:۔ پس وہ غالب ہو گئے) یعنی ان لوگوں پر غالب ہو گئے اسی طرح اللہ ان لوگوں کی مدد کرے گا جو محمد ﷺ پر ایمان لائے ہیں ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کرے گا اور وہ اپنے دشمنوں پر غالب آجائیں گے۔ اور یہ غلبہ بدر اور فتح مکہ کے دن واقع ہوا۔